**TQ Lesson 190 Surah Shuraa Ayah 1-68 tafseer 2**

**آیت نمبر 10- وَإِذۡ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰٓ أَنِ ٱئۡتِ ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ**

**ترجمہ۔ اِنہیں اس وقت کا قصہ سناؤ جب کہ تمہارے رب نے موسیٰؑ کو پکارا "ظالم قوم کے پاس جا**

دیکھیں ایک قوم کو سمجھایا جا رہا ہے اہل مکہ اور سات قوموں کا اللہ تعالیٰ ذکر کر رہے ہیں اور وہ سات قومیں جن کا اللہ رب العزت نے ذکر کیا ہے ان میں نمبر 1 قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام، نمبر 2قوم حضرت إبراهيم علیہ السلام، نمبر 3 قوم حضرت نوح علیہ السلام، نمبر 4 قوم حضرت هود علیہ السلام، نمبر 5 قوم حضرت صالح علیہ السلام، نمبر 6 قوم حضرت لوط علیہ السلام اور نمبر 7 قوم حضرت شعیب علیہ السلام

تو سات پیغمبروں کا ذکر کیا جن کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا گیا اب آٹھویں قوم کو سات قوموں کی کہانی سنائی جارہی ہے اور آٹھویں قوم کون سی ہے؟ اہل مکہ،وہ بھی تھے اور آج کے دور کے لوگ بھی جو انکار کرنے والے ہیں، رہتی دنیا تک ان سب لوگوں کو سمجھایا جا رہا ہے، بتایا جا رہا ہے جن کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا خاتم النبیین کس کو؟ رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کو سب سے پہلے واقعہ سنایا گیا موسیٰ علیہ السلام کا اور ابراہیم علیہ السلام کا بعد میں آیا ہے حالانکہ زمانی اعتبار سے انبیاء کی اگر ترتیب دیکھیں تو ابراہیم علیہ السلام پہلے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام بعد میں ہیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو قصہ ہے وہ بڑا طویل ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جس طرح آپ کو ستایا ہے اور جس طرح آپ کا انکار کیا تو آپ کے حالات بڑے سخت تھے اور رسول اللہ ﷺ کے حالات بھی بڑے سخت تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کیوں سب سے پہلے سنایا جارہا ہے اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اے محمد ﷺ تمہیں جو حالات پیش آ رہے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ سخت حالات پیش آئے تھے کس طرح نمبر 1. حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک غلام قوم سے تعلق رکھتے تھے اور آپ تو معزز ترین قبیلہ قریش کے ایک فرد ہیں آپ کا خاندان دوسرے خاندانوں کے ساتھ برابر کی حیثیت رکھتا ہے نسبت رکھتا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاندان کیسا تھا وہ غلام تھا اور موسیٰ علیہ السلام جو تھے وہ کیسے تھے کہ ان کی ماں نے ان کو وقت کے فرعون کے ہاتھوں ڈر کر ایک صندوق میں بند کر کے پانی میں بہا دیا تھا آپ سوچو تو سہی اتنا فرق ہے پھر محمد ﷺ جو تھے وہ اعلانیہ دعوت دے رہے تھے لوگوں کی آنکھوں کا آپ تارا تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام ایک قتل کے الزام میں روپوش ہوئے تھے جب ان کو بتایا گیا تھا کہ تیرے قتل کی سازش ہو رہی ہے تو آپ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تو کیا بات پتہ چلتی ہے نمبر 1. کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات محمد ﷺ کے حالات کی نسبت زیادہ سخت تھے دوسری بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے جو فرعون کو نشانیاں دکھائی گئیں تو کیسی نشانیاں تھیں بڑی واضح بڑی کھلی اور وہ نشانیاں مادی نشانیاں تھیں حسی معجزات تھے لیکن ہوا کیا کہ نشانیاں دیکھنے کے بعد پھر بھی لوگ ایمان نہ لائے آپ کی نشانیاں کوئی جادوگری تھوڑی تھی بلکہ اصلی حقیقی نشانیاں تھیں لیکن لوگوں کے اندر تعصب پایا جاتا تھا اور مفاد پرستی تھی اس لئے حق اور باطل کا مقابلہ دیکھنے کے بعد بھی وہ ایمان نہ لائے تو اے محمد ﷺ اگر تم اہل مکہ کے مطالبات کو پورا

بھی کر دو کیونکہ جب وہ مطالبات کرتے تھے کبھی کبھی نبی ﷺ کے دل میں یہ خیال آتا تھا کاش کہ اللّٰہ تعالیٰ نشانی ان کو دکھا دے جس کا مطالبہ کرتے ہیں ان کے جو اعتراضات ہیں وہ دور ہو جائیں ان کے مطالبات پورا ہو جائیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ ایمان لے آئیں تو اللّٰہ تعالیٰ حضرت موسی علیہ السلام اور فرعون کی کہانی سنا کر یہ بتاتے ہیں کہ اے محمد ﷺ خواہ کوئی نشانی ان کو دکھا دی جائے آسمان اور زمین کو الٹا ہی کیوں نہ کر دیا جائے زمین اوپر اور آسمان نیچے یہ پھر بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں تو دوسری بات یہ ہے کہ نشانیاں اگر پوری نہیں کیں مطالبات پورے نہیں کیے تو یہ ایمان نہیں لا رہے تو یہ کوئی بات نہیں ہے کیونکہ قوم فرعون وہ بھی ایمان نہ لائے تیسری بات یہ ہے کہ ہٹ دھرمی کا جو انجام فرعون نے اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا تو کیا اہل مکہ اس انجام کے منتظر ہیں کہ عبرت حاصل نہیں کر رہے تو آئیے ان تین خاص باتوں کے ساتھ اس طویل واقعہ کو پڑھتے ہیں اور یہ فرعون اور حضرت موسی علیہ السلام کی جو کہانی ہے پہلے بھی آپ پڑھ چکے ہیں آپ نے سورت طٰہ میں پڑھی سورت الاعراف میں پڑھی آگے سورت القصص میں بھی پڑھیں گی تو یہاں ہم کیسے پڑھتے ہیں **وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ** اور جب پکارا تیرے رب نے کس نے پکارا اے محمد ﷺ تیرے رب نے پکارا حضرت موسی علیہ السلام کو **اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ** ( یہاں پہ **ائْتِ** یہ حکمیہ صیغہ ہے یہاں پہ یہ جانے کے لئے آیا ہے) کہ آپ جائیے آپ کہاں جائیے؟ **الْقَوْمَ** ایسی قوم کی طرف **الظّٰلِمِيْنَ** جو ظالم ہیں آپ دیکھ لیجئے کہ یہاں پہ اللّٰہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ قوم فرعون کی طرف جائیے یہاں پہ اللّٰہ رب العزت نے اس کا نام ہی ظالم قوم رکھ دیا تو گویا کہ فرعون ظلم کی انتہا کرنے والا تھا اور وہ قوم بھی ظلم کرنے میں فرعون کا ساتھ دینے والی تھی تو کیا کہا کہ ظالم قوم کی طرف آپ جائیے (**الظّٰلِمِيْنَ** یہ جمع ہے ظالم کی ظالِمُونَ بھی جمع ہوتی ہے اور ظالمین بھی جمع ہوتی ہے) اور حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ ظالم قوم کی طرف جائیے تو اللّٰہ تعالی نے فرعون کے انتہائی ظلم کی وجہ سے اور اس کا ساتھ دینے والوں کے انتہائی ظلم کی وجہ سے یہ ان کا لقب رکھ دیا ان کا نام رکھ دیا جیسے کسی کے اندر کوئی صفت بدرجہ اتم پائی جاتی ہو بہت زیادہ نمایاں پائی جاتی ہو تو آپ اس کو اسی نام سے پکارنا شروع کر دیں اور آپ سوچیں کہ کتنا ظالم اور کتنا ظلم کرنے والا تھا وہ اور اس کے ساتھی **وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى** اور تیرے رب نے حضرت موسی علیہ السلام کو جب پکارا تو کیا کہہ رہے اللّٰہ تعالی کہ اے محمد ﷺ آپ اہل مکہ کو موسی علیہ السلام اور ظالم قوم کا قصہ بھی سناؤ ایک طرف اللّٰہ کا بھیجا ہوا پیغمبر تھا دوسری طرف تھی ظالم قوم اور سب سے بڑا ظلم کیا ہوتا ہے شرک کرنا اور ظلم کیا ہوتا ہے حقوق اللّٰہ اور حقوق العباد کو ادا نہ کرنا تو اب یہاں پہ باقی تفصیلات کا ذکر نہیں ہے کہ اللّٰہ تعالی نے کب ان کو حکم دیا کہ آپ کو پیغمبر بنایا جا رہا ہے تو آپ کو ویسے یہ بات پتہ ہے کہ جب آپ مدین سے واپس آ رہے تھے اور آپ اپنے گھر والوں کے لئے آگ لینے کے لئے جا رہے تھے تاکہ سردی کو دور کرسکیں روشنی حاصل کرسکیں انگارہ لینے جا رہے تھے تو ان کو ایک وادی میں آواز آئی تھی کہ میں تمہارا رب ہوں اور موسیٰ اپنے جوتے اتار دے اور گویا آپ کو اس وقت پیغمبر بنایا گیا تھا تو یہاں پہ سیدھا یہ بات کہی جا رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں اور ان کو ظالم قوم کی طرف بھیجا گیا تو پیغمبر کا کام کیا ہوتا ہے کہ وہ وقت کے ظالم اور جبار لوگ جو ہوتے ہیں ان سے ٹکرا جاتا ہے حق باطل کے ساتھ جا کر ٹکراتا ہے اور یہ ظالم قوم کس کا نام تھا قوم فرعون کا اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ فرعون ان کا دیوتا تھا یہ سورج کے پجاری تھے یہ لوگ فرعون کو سورج کا اوتار سمجھتے تھے تو قَوْمَ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم اور یہ ان کا خطاب تھا ان کا ہر بادشاہ فرعون کہلاتا تھا تو آپ فرعون کی قوم کے پاس جائیے اور جا کے کہنا کیا ہے؟

**آیت نمبر 11۔ قَوْمَ فِرْعَوْنَ أَلَا يَتَّقُونَ**

**ترجمہ۔ فرعون کی قوم کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟**

کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو تو یہاں پر جو خاص بات بتائی جا رہی ہے وہ کیا ہے؟ کہ کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا اس کا کیا مطلب ہے یہ ایک بڑا خاص انداز ہے اور **يَتَّقُونَ** ڈرنا ،بچنا کےمعنی دیتا ہے تو یہاں یہ لفظ فرعون اور اس کی قوم کی طغیانی اور فساد کو ظاہر کر رہا ہے بڑے ہی ظالم بڑے ہی جابر بڑے ہی ظلم و ستم کرنے والے تھے تو کہا جا رہا ہے کہ **أَلَا يَتَّقُونَ** کہ آپ ظالم قوم کے پاس جائیے اے موسیٰ علیہ السلام اور اے موسیٰ علیہ السلام آپ جا کر دیکھیں **أَلَا يَتَّقُونَ** کیا وہ ڈرتے نہیں ہیں کیا وہ لوگ ہمارے غضب سے نہیں ڈرتے کیا انہیں ہماری نافرمانی سے ڈر نہیں لگتا تو اس کے معنی کیا ہیں کہ وہ لوگ ظلم کرنے والے تھے وہ لوگ اپنی سرکشی میں بڑھتے چلے جا رہے تھے وہ اللہ کے قہر اور اللہ کے غضب سے ڈرتے نہیں تھے تو یہ بھی اس کے معنی ہو سکتے ہیں۔ وہ ڈرتے نہیں ہیں اس سے مراد کیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی جو آیات ہیں جو اللہ کی نشانیاں ہیں اس سے وہ ڈرتے کیوں نہیں ہیں اور یہ بھی اس کے معنی ہیں کہ وہ اللہ کے قہر اور غضب سے کیوں نہیں ڈرتے کیونکہ ہر قوم نے انکار جب کیا تو پیغمبر نے جا کر اس کو سمجھایا ہے کہ **أَلَا يَتَّقُونَ** کیا ان کو ڈر نہیں لگتا اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا کہ وہ بڑے ہی ظالم تھے اور وہ بہت زیادہ اللہ کی نافرمانی کر رہے تھے تو اب ان کا جو رویہ ہے اس پر اللہ تعالی کی طرف سے یہ بات **أَلَا يَتَّقُونَ.** غصے کے لئے بھی ہے **زَجْر**(جھڑکنا) اور ملامت ڈانٹ ڈپٹ کے لئے بھی ہے اور عذابِ الٰہی کے قرب کی علامت کے طور پر بھی ہے **أَلَا يَتَّقُونَ** کیا ڈر نہیں لگتا ان کو

**آیت نمبر 12۔ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ**

**ترجمہ۔ اُس نے عرض کیا "اے رب، مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے**

حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے کہ اے میرے رب **إِنِّي أَخَافُ** بے شک مجھے خوف محسوس ہوتا ہے مجھے ڈر لگتا ہے **أَن يُكَذِّبُونِ** ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا دیں اب آپ دیکھئے کہ یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیاکہتے ہیں کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ جب میں اپنی بات کو ان کے سامنے پیش کروں جب میں انہیں ڈراؤں تو **أَن يُكَذِّبُونِ** کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں اب آپ دیکھئے کہ یہاں پر یہ جو عظیم ذمہ داری ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نوازا گیا اور یہ ذمہ داری تھی نبوت کی پیغمبری کی یہ ذمہ داری تھی حق اور باطل کا فرق سمجھانے کی تو اب اپنی اس عظیم ذمہ داری ، نبوت پا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے اندیشے لاحق ہوئے وہ بہت ڈرے اور صحیح بات ہے فطری سی بات ہے کہ عظیم ذمہ داری کا جب صحیح طور پر انسان کو احساس ہو تو ڈرنا اس کا لازمی نتیجہ ہے تو کیا کہتے ہیں کہ **رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ** کہ مجھے یہ خوف محسوس ہوتا ہے کہ وہ مجھے جھٹلا نہ دیں کیونکہ قوم تھی بڑی ہی ظالم تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ اندیشہ پیش کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے جھٹلا دیں اور ساتھ ہی کیا کہتے ہیں

**آیت نمبر 13۔ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ**

**ترجمہ۔ میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی آپ ہارونؑ کی طرف رسالت بھیجیں**

کیوں جھٹلائیں گے **وَيَضِيقُ صَدْرِي** میرا سینہ گھٹتا ہے **وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي** اور میری زبان چلتی نہیں **فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ** آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف بھی رسالت بھیجیں اب یہاں پر وہ بتا رہے ہیں کہ مجھے خوف کیوں لگتا ہے اس کی فہرست گنوا رہے ہیں پہلی بات کیا کہتے **وَيَضِيقُ صَدْرِي** (اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ ض ی۔ ق وَيَضِيقُ یہ کسی جگہ کی تنگی اس کے لئے بھی **ضیق** لفظ استعمال ہوتا ہے جیسے دوزخ کے لئے آپ پڑھ چکیں ہیں بڑی تنگ جگہ ہوگی اور اس کے علاوہ یہ مثلاً اگر کسی کے دل میں کسی چیز کی وجہ سے تنگی محسوس ہو تو اس کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور گویا کہ **ضیق** یہ تنگی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور دل کی تنگی کیا ہے؟ سینے کی تنگی کیا ہے؟ کہ میرا سینہ جو ہے وہ گُھٹتا ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ **صَدْرِ** دل کی کیفیت کے لئے یہاں پر استعمال ہوا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ دیکھیں کہ ان کےحالات کیا تھے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ایک طرف وقت کا ظالم اور جابر بادشاہ ہے جس کا ظلم بڑا مشہور ہے اور دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ زیادہ فصیح اللسان نہیں تھے میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور پھر تیسری اس کی وجہ کیا تھی **وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي** کہ میری زبان نہیں چلتی نمبر ایک مجھے وہ جھٹلا دیں گے میری بات ہی نہیں مانیں گے ظالم قوم ہے نمبر دو میرا سینہ تنگ ہوتا ہے نمبر تین میری زبان نہیں چلتی اور مفسرین یہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زیادہ فصیح اللسان نہیں تھے جیسے ہوتا ہے کہ کسی کے اندر زبان دانی پائی جاتی ہے اور قوتِ بیان اس کے اندر ہوتی ہے تو وہ حق بات تو کہہ سکتے تھے لیکن اپنے اندر وہ قوتِ بیان کی کمی محسوس کرتے تھے اور بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اصل میں ان کی زبان پر لکنت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ لکنت نہیں تھی کیونکہ پیغمبر جو ہوتا ہے وہ اپنی وجاہت شکل و صورت اپنی زبان اپنے عادات واطوار اور اخلاق کے ہر لحاظ سے تمام دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتا ہے لیکن یہ کہ ان کے اندر وہ زبان دانی نہیں پائی جاتی تھی جو کہ بہت زیادہ ہوتی ہے یا کہ بہت ہی عالیٰ تو انہوں نے کہا **وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي** کہ میری زبان نہیں چلتی تو اب انہوں نے کیا کہا **فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ** تو آپ ہارون علیہ السلام کی طرف بھی فرشتے کو بھیجیں تو آپ ہارون علیہ السلام کو بھی رسول بنا دیں آپ دیکھیں سورت طٰہ سورت القصص میں بھی آپ جیسے سورہ طٰہ میں آپ پڑھ چکیں اور سورہ القصص رکوع 4 میں بھی اس کی تفصیل ہمیں پتہ چلتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اول تو اتنے بڑے مشن پر اکیلے جاتے گھبراتے تھے میرا سینہ گھٹتا ہے کتنا بڑا کام ہے اور میں اکیلا یہ ظاہری سی بات ہے کہ انسان بڑے کام کیلئے چاہتا ہے کہ مل کر جائے دوسری بات یہ تھی کہ ان کو اس بات کا احساس تھا کہ میری تقریر زیادہ صحیح نہیں ہے تو انہوں نے کیا کیا۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست کہ آپ ہارون علیہ السلام کو میرا مددگار بنائیے اور مددگار کیسے ؟کہ ان کو رسول بنا دیجئے اب آپ دیکھئے مثلاً اللہ رب العزت جو ہیں وہ کیا کہتے ہیں سورۃ طٰہ میں آپ پڑھ چکیں **وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ(29)ھٰرُوْنَ اَخِی۔** کہ میرے لئے میرے خاندان میں سے ایک وزیر مقرر کر دیجئے سورۃ القصص میں وہ کیا کہتے ہیں سورۃ القصص میں کہتے ہیں **وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ 34.** تو اللہ رب العزت جو ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک طرف کہتے ہیں میرے بھائی کی طرف بھی آپ بھیجئے اور اسی طرح وہ سورت القصص میں یہ کہتے ہیں کہ میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ خطیب دان ہیں زبان آور ہیں لہٰذا آپ انہیں مددگار کے طور پر میرے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ میری تصدیق کریں گویا کہ ان کے بھائی جو تھے قرآن خود اس بات کی گوائی دے

رہا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام جو تھے وہ **أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا** زیادہ فصیح اور زیادہ اچھے طریقے سے وہ قوتِ بیان رکھتے تھے تو یہ اس کی ایک وجہ تھی کہ ان کو بھی پیغمبر بنا دیجئے تو وزیر بنانا کہ میرا مددگار یہ بھی وجہ تھی لیکن یہ کہ وہ زیادہ اچھے طریقے سے بات کر سکتے تھے اچھا اور انہوں نے کیا وجہ بتائی

**آیت نمبر 14۔ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنبٌ فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ**

**ترجمہ۔ اور مجھ پر اُن کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے، اس لئے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے"**

اور وجہ یہ ہے **وَلَهُمْ** اور میرے اوپر ہے **وَلَهُمْ** اور ان کے ہاں **وَ** اور **لَهُمْ** یعنی ان کے ہاں ان کے دلوں پہ لکھا ہے میرے لئے **عَلَيَّ** مجھ پر کیا **ذَنبٌ** ایک گناہ ایک الزام **فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ** اور پس مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں اور یہ بات بھی آپ کو پتہ ہے کہ سورت القصص میں اس کی ہمیں تفصیل پتہ چلتی ہے کہ ہوا کیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون کے ایک شخص کو ایک اسرائیلی سے جب لڑتے دیکھا تو اس کو ایک گھونسہ مارا تھا جس سے وہ مر گیا تھا **فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ**ۖ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ایک گھونسہ مارا اور اس سے وہ مر گیا تو اب عام طور پہ تو ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی کو ایک گھونسہ ماریں مکّا ماریں تو وہ اس سے مرتا نہیں ہے تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اپنا گناہ یاد ہے اور کہتے ہیں کہ میرا ایک گناہ ہے جو مجھ سے غلطی ہو گئی تھی جو قتل خطا تھا اور مجھے یہ ڈر ہے **فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ** کہ جونہی میں ان کے دربار میں جاؤں گا تو کیا کریں گے کہ مجھے فوراً وہ پکڑ لیں گے اور کہیں قتل نہ کر دیں اور آپ کو جب پتہ چلا تھا آپ بھاگے کیوں تھے مصر سے؟ آپ کو کسی نے آ کر بتایا تھا قوم فرعون کے جو مشیر تھے انہی میں سے جو ایمان لائے ہوئے تھے کچھ لوگ انہوں نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا ایک تھے یا دو تھے تو ان میں سے ایک نے آ کر آپ کو کہا تھا کہ اے موسیٰ یہاں سے بھاگ جا کیونکہ فرعون کے دربار میں تیرے قتل کی تیاری کی جا رہی ہے منصوبہ بندی کی جا رہی ہے ،بدلہ لینے کی تیاری کر رہے ہیں تو آپ فوراً مصر چھوڑ کر بھاگے مدین کی طرف اور آٹھ سال آپ وہاں روپوش رہے اور آٹھ سال کے بعد جب آپ واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوراً پیغام رسالت دیا آپ کو رسول بنا دیا اور کہا کہ اب آپ فرعون کے دربار میں جا کر کھڑے ہو جائیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہتے ہیں کہ ان کے دربار میں تو میرے لئے قتل کا مقدمہ پہلے سے موجودہے وہ خطرے کی ایک گھنٹی ہے ابھی میں پیغام ان کو سناؤں گا بھی نہیں مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے قتل کے الزام میں پھانس لیں تو یہ چوتھی وجہ بتاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کیا کہتے ہیں

**آیت نمبر 15. قَالَ كَلَّاۖ فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَاۖ إِنَّا مَعَكُم مُّسْتَمِعُونَ**

**ترجمہ۔ فرمایا "ہرگز نہیں، تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے**

اللہ رب العزت نے فرمایا **کَلَّا** ہرگز نہیں جیسے آپ دیکھیں کہ آپ سوچیں کتنے جاہ و جلال والے تھے کتنے رعب والے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کتنا ظالم ہے کہ اس کے سامنے جاتے ان کو ڈر لگ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کر رہے ہیں عرض و نیاز یعنی اپنی درخواست پیش کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ہرگز نہیں( **فَاذْهَبَا** تم دونوں جاؤ **فَاذْهَبَا** جو ہے اس کے معنی کیا ہوتے ہیں اِذھَبَ ہوتا ہے تو ایک جا اور اِذھَبانِ تم دونوں جاؤ اصل میں اِذھَبانِ کا نون تثنیہ کا گر چکا ہے **فَاذْهَبَا** پس) تم دونوں جاؤ باتیں نہ کرو انکار نہیں کرو کسی بات سے نہیں ڈرو بس تم دونوں جاؤ **بِآيَاتِنَا** ہماری نشانیاں لے کر تو آپ کا کام کیا ہے کہ ہم نے آپ کو جو نشانیاں دیں ہیں آپ وہ نشانیاں لے کر جائیں تو آیات سے مراد مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ایک رائے تو یہ ہے کہ اس سے مراد **عصا** اور **یَدِ بیضا** ہے کیونکہ شروع میں یہی دو نشانیاں تھیں کہ آپ جائیں تو یہ دو نشانیاں مراد ہیں اور ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد تمام معجزات ہیں جو آپ کو دیئے گئے تھے کیونکہ مختلف اوقات میں آپ مختلف نشانیاں لے کر گئے آپ نے وہ نشانیاں پیش کیں قوم فرعون کو اور فرعون کو اور ایک اس کے معنی یہ بھی بتائے جاتے ہیں کہ آیات سے مراد دلائل اور برھان ہیں یعنی ایک پیغمبر کو اللہ تعالی جو دلائل اور معجزہ عطا کرتا ہے جو بھی آیات کے دلائل جیسے تورات دی گئی تھی وہ مراد ہے بہرحال سبھی چیزیں مراد ہو سکتی ہیں **فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا** ہماری نشانیاں لے کر جائیے اور آپ پڑھ ہی چکیں سورۃ الاعراف میں بھی تفصیل سے کہ کتنے معجزات دیئے گئے تھے سارے اس سے مراد ہیں **إِنَّا مَعَكُم مُّسْتَمِعُونَ** اور یہ بڑی اہم آیت ہے اس کو آپ اپنے لئے اہم بنا لیں اور میں اپنے لئے إِنَّا مَعَكُم میں ہوں تمہارے ساتھ کون؟ اللہ تعالی **مُّسْتَمِعُونَ۔** (مُسْتَمِعُون توجہ سے سننا ایک ہوتا ہے سمع سننا اور دوسرا ہے **مُسْتَمِعُون** ہم ہوں گے تمہارے ساتھ اور ہماری کیفیت کیا ہوگی؟ **مُّسْتَمِعُونَ۔)** سنتے ہوئے یعنی ہم تمہارے ساتھ جو کچھ ہوگا ہم دیکھ بھی رہے ہوں گے اس کو سن بھی رہے ہوں گے تو یہ "**إِنَّا مَعَكُم مُّسْتَمِعُونَ** " یہ بڑا اطمینان دلانے کا فقرہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندیشے وسوسے خدشات ان کو پوری شدت کے ساتھ رد کر دیا اور اس کے ساتھ ہی کیا کہا کہ تم فرعون کے پاس بس جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ تو پہلی بات یہ پتہ چلتی ہے سارے اندیشوں کو رد کر دیا بس ایک آپ کی جو درخواست تھی اس کو پورا کیا وہ کونسی تھی ؟حضرت ہارون علیہ السلام والی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی رسول بنا دیا ان کی طرف بھی وحی بھیج دی وہ منظور کر لی اور پھر ان دونوں کو فرعون کے دربار میں بھیج دیا اور باقی ساری باتوں کا کیا جواب دیا کہ میری یہ آیات لے کر اب تم جاؤ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اب یہاں پہ کیا کہا جا رہا ہے **مَعَكُم** تمہارے ساتھ اس کا مطلب کیا ہے ایک اکیلا ہوتا ہے دو گیارہ ہوتے ہیں اب تم اکیلے نہیں اب تم بہت زیادہ ہو تم جاؤ اور کیوں تم( کم نہیں ہو) میں تمہارے ساتھ ہوں **إِنَّا مَعَكُم** اور دوسری بات کیا کہی کہ آپ دعوت دیں گے فرعون آپ کے ساتھ جو بھی سلوک کرے گا تو میں آپ کے ساتھ ہوں گا پھر ڈر کس چیز کا ہے اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ مُّسْتَمِعُونَ کہ اب تم میری حفاظت اور نگرانی میں ہو کسی کی مجال ہے کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکے جیسے اللہ رب العزت نے سورۃ طہٰ آیت 46 میں کہا قَالَ لَا تَخَافَا ۖ إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ 46. وہاں پہ تثنیہ کا صیغہ ہے دونوں کے لئے میں تم دونوں کے ساتھ ہوں میں سنتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں تو جب میں سن رہا ہوں میں دیکھ رہا ہوں تو ہے کسی کی مجال کہ تمہیں نقصان پہنچا سکے کسی کی مجال کہ تمہیں تنگ کرے تو اب تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے فریضہِ رسالت جو تمہارے سپرد کیا ہے تم ہر طرح کے حالات سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو کر وہ کام کرو مدد کرنا ہمارا کام ہے اور یہاں پہ **معیت** کا مطلب مفسرین کہتے ہیں مَعَ جو ہے صرف **معیت** یعنی ساتھ ہونا صرف اس کے لئے نہیں ہے

بلکہ نصرت کے لئے ہے معاونت کے لئے ہے کہ میں ہوں تمہارے ساتھ اگر فرعون بہت بڑا ہے اس کا لاؤلشکر اسکی سزا اس کا دربار تو میں ہوں تمہارے ساتھ اصل بات کیا ہے

ہے" تم میرے ساتھ ہوتے ہو گویا

جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا"

یہ بہت خوبصورت شعر ہے کہ اللّٰہ تعالی ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتا ہے جب کوئی اور نہیں ہوتا اور جب کوئی اور ہوتا ہے تب بھی اللّٰہ تعالی ہمارے ساتھ ہوتا ہے اور یہی بات اللّٰہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کے دل میں بھی ڈالی تھی اے ابو بکر **لا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا** "غم نہ کر! اللّٰہ ہمارے ساتھ ہے-" (40- سورت التوبہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں کیوں کودے تھے اللّٰہ تعالی ان کے ساتھ تھے تو اصل بات کیا ہے کہ ہر دین کا پیغام پہنچانے والا ہر داعی میں بھی اور آپ بھی میرا اور آپ کا یہ فرض بنتا ہے اور یہ ذمہ داریاں بنتی ہیں کہ ہم کتنے ہی کمزور کیوں نہیں ہیں کتنے ہی حقیر کیوں نہیں ہیں ہمیں تقریر کرنے نہیں آتی ہمیں بولنا نہیں آتا کمپیوٹر نہیں آتا کچھ بھی نہیں آتا پھر بھی اللّٰہ کے راستے میں نکلنا ہے اور اللّٰہ کا کام کرنا ہے اللّٰہ کی دعوت کو پہنچانا ہے کیوں یہ ایک طرف حضرت موسی علیہ السلام اور ان کے بھائی کے لئے ہے کہ تم دونوں جاؤ دوسری طرف حضرت محمد ﷺ کو کہا جا رہا ہے کہ اہل مکہ کے ظلم و ستم سے آپ کیوں گھبرا رہے ہیں کیوں ڈر رہے ہیں **إِنَّا مَعَكُم مُّسْتَمِعُونَ** اور تیسری طرف مجھے اور آپ کو اُس دور کے مسلمانوں کو اور آج کے دور کے مسلمانوں کے لئے بھی ہے- پھر آیت نمبر 16 میں کہا

**آیت نمبر 16- فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ**

**ترجمہ- فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو، ہم کو رب العٰلمین نے اس لئے بھیجا ہے**

**فَأْتِيَا** بس تم دونوں جاؤ حکم دیا ہے تم دونوں جاؤ **فَأْتِيَان** تھا پھر **فِرعَونَ** فرعون کے پاس **فَقُولَا** پھر دونوں کہو **فَقُولَانِ** ہے اب دونوں جا کر اسے کہو اب ہوتا کیا ہے کہ بعض اوقات دین کے کام کے لئے بھی ایک دو تین جاتے ہیں کہیں بھی اکٹھے ہو کر تو ایک دوسرے کو دھکا دیتا ہے تم بولو دوسرے کہتا ہے نہیں میں نہیں بولوں گی تم بولو وہ کہتا ہے نہیں مجھے تو آتا ہی نہیں میں کیسے باجی بولتی میں نے تو اس کو اتنا کہا تھا پھر اتنے میں ٹائم ہی گزر گیا پھر ہم بولے ہی نہیں اور بعض اوقات کہیں نہ بھی بھیجیں آپ کسی دعوت میں گئے ہوتے ہیں محفل میں بیٹھے ہوتے ہیں قرآن کا ،اسلام کا اللّٰہ کے دین کا، رسول کا مذاق اڑایا جا رہا ہوتا ہے تو سوچتے ہیں کہ اچھا یہ کیوں نہیں بول رہی میں کیوں بولوں اس کو بھی تو پتہ ہے نا اچھا کوئی اور اللّٰہ کا بندہ بول دے میں کیسے بولوں مجھے تو اتنا آتا ہی نہیں ہے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے ہوتے ہیں بات کیا ہے آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے **فَقُولَا**- اب یہاں پر خاص طور پر دو کام آپ کو دیئے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو پہلا کیا ہے **إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ** کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں **رَسُولُ** ہم بھیجے گئے ہیں ہمارا کام حق کا پیغام دینا اور باطل سے منع کرناہے یہ کس کا پیغام ہے؟ رب العالمین کا اس رب کا کام ہے جو عالمین کا رب ہے ہم رب العالمین کے نمائندے ہیں فرعون کہتا تھا کہ حکومت میری ہے اللّٰہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ تم جا کر بتاؤ کہ ہم نمائندے ہیں ایسے پالنے والے کے جو **الْعَالَمِينَ** کہ عالمین کا رب ہے عالم کی جمع عالمین ہے

تمام جہانوں کا رب ہے تمام جہانوں کا پالنے والا ہے تو ہم کوئی عام نمائندے نہیں ہیں عام سفیر نہیں ہیں مثلاً آج جو دنیا میں ایک سپر طاقت ہے اس کا نمائندہ اور ایک غریب ملک کا نمائندہ فرق ہے نا جو ملک جتنا بڑا ہے اور جتنا اسلحہ زیادہ ہے جتنی اس کی قوت کی، اسلحہ کی ،اس کے شیطان ہونے کی دھاک ہے تو غریب ملک پھر ڈرتے ہیں تو اس زمانے میں بھی فرعون نے کیا کہا فرعون کہتا تھا بادشاہی میری ہے تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو کہا کہ تم جا کر کہو کہ ہم ہیں سارے جہانوں کے رب کےرسول اس کا پیغام لے کر آئے ہیں تو پہلی بات یہ ہے کہ ہم کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں ہم تو اللہ کے بھیجے ہوے ہیں رب العالمین کے رسول ہیں نمبر 2 ان کا دوسرا بڑا جو رسالت کا فریضہ تھا اور فرعون کے دربار میں جانے کا جو مقصد تھا وہ یہ تھا قوم بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرنا

**آیت نمبر 17۔ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ**

**ترجمہ۔ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے"**

کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے تو ان کی دعوت کے دو جز تھے ایک تو یہ تھا کہ فرعون کو اللہ کی بندگی کی دعوت دی جائے کیونکہ ہم رب العالمین کے بندے ہیں ان کے سفیر ہیں تو فرعون کو بھی اللہ کی بندگی کی دعوت دی جائے کہ تم خدا نہیں ہو اور دوسری بات یہ ان کا مقصد تھا کہ جو غلامی تھی بنی اسرائیل کی اسکو اس سے آزاد کرانا اب یہ دو پیغام لے کر آپ جائیے اب یہ بات اللہ تعالی نے ان کو بتائی ہے اب آگے یہ تفصیل نہیں پتہ چلتی کہ پھر آپ گئے یہاں پر نہیں ہے سورت الشعراء میں کہ آپ نے دعوت کیسے دی اور سورتوں میں آپ کو اس کی تفصیل ملتی ہے کہ کس طرح انہوں نے جا کر وہ دعوت دی تو اب یہاں پر فرعون کا ذکر آگیا فرعون ان کی بات کو سنتا ہے اور کہتا ہے

**آیت نمبر 18۔ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ**

**ترجمہ۔ فرعون نے کہا "کیا ہم نے تجھ کو اپنے ہاں بچہ سا نہیں پالا تھا؟ تو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں گزارے**

کیا ہم نے نہیں پالا تھا تجھ کو "**كَ**" کی ضمیر کس کے لئے آئی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے رب کے معنی کیا ہوتے ہیں پالنے والا کہ کیا ہم نے تمہیں پالا نہیں تھا **فِينَا** ہمارے درمیان تھے تم **وَلِيدًا** بچہ ولید ولد سے ہے کہ تم ہمارے پاس ہمارے ہاں چھوٹے سے بچے تھے تو اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ وہ فرعون تھا جس کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی تھی بلکہ کہتے ہیں کہ یہ اس کا بیٹا تھا تو اصل میں مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ وہی فرعون ہوتا تو کہتا کہ میں نے تجھے پالا تھا یہ کیا کہہ رہا ہے **وَلَبِثْتَ فِينَا** ہمارے ہاں تم نے ہمارے محل میں ہمارے ہاں پرورش پائی جیسے آپ دیکھیں کہ کسی بھی جگہ کا جو صدر مقام ہوتا ہے جیسے اسلام آباد ہے یا واشنگٹن ڈی سی ہے تو جو بھی صدر بنتا ہے تو پہلا صدر ایوان صدر کو خالی کر دیتا ہے اور جو بننے والا ہے وہ آکر اس کو سنبھال لیتا ہے تو ان کے ہاں بھی جب فرعون مرتے تو نیا فرعون آکر اپنی کرسی سنبھال لیتا تھا

تو کہا کہ تم نے ہمارے ہاں پرورش پائی **وَلِيدًا** اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں اٹھارہ سال رہے کچھ کہتے ہیں نہیں تیس سال رہے ایک روایت یہ پتہ چلتی ہے کہ چالیس سال رہے بہرحال اس میں اختلاف ہے ایک بڑی مدت انہوں نے فرعون کے محل میں گزاری **وَلَبِثْتَ فِينَا** اور تُو ہمارے ہاں ٹھہرا رہا **مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ** کئی سال تو فرعون کیا کہتا ہے کہ تُو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں گزارے تھوڑے دن نہیں رہا **سِنِين** کئی سال ہمارے ہاں رہا اور آپ دیکھ لیجئے کہ یہاں پہ فرعون اپنے احسانات گنوا رہا ہے کہ نمبر 1. پرورش کی اور صرف یہ ہی نہیں کہ صرف تھوڑے دن تُو ہمارے پاس رہے کیونکہ بچپن میں زیادہ ضرورت ہوتی ہے بلکہ کئی سال تُو ہمارے پاس ٹھہرا پھر کہا

**آیت نمبر 19۔ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ**

**ترجمہ۔ اور اس کے بعد کر گیا جو کچھ کہ کر گیا، تو بڑا احسان فراموش آدمی ہے"**

**وَفَعَلْتَ** اور تُو نے کیا **فَعْلَتَكَ الَّتِي** اور تُو نے کیا وہ **فَعَلْتَ** جو تُو نے کیا تو یہ انداز بڑا ہی زبردست ہے اور اس کے بعد کر گیا جو کہ تُو کر گیا اس کے معنی کیا ہے کہ میری اتنے احسانات تُجھ پر اور تُو جو ہے وہ اتنا ناشکرااتنا نا قدرا ہے اور تُو جو کر گیا جو کہ کر گیا تو یہ جو **وَفَعَلْتَ** ،**فَعْلَتَكَ** ، **فَعَلْتَ** ہے تو اس میں اشارہ ہے واقعہ قتل کی طرف وہ جو قبطی کو قتل کر دیا تھا اور یہ جو الفاظ ہیں آپ دیکھیں کہ ایک ہی فعل کے لفظ تین دفعہ آئے ہیں وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ جیسے آپ کسی کو کہیں کہ تُو نے مارا اور مارا اور مارا یعنی ایک ہی بات کو تکرار سے آپ کہیں تو تاکید ، کسی جرم کی سنگینی کا اظہار کرنے کے لئے ،سنگینی سے تعبیر دینے کے لئے تو بات کیا ہے کہ پھر تُو نے کیا کیا کہ تُو نے قتل کر دیا تُو نے ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا **وَأَنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ** اور تُو تو بڑا ہی احسان فراموش ہے یہاں پہ ویسے تو کفر کے معنی کیا ہوتے ہیں انکار کرنا جیسے رات ڈھانپ لینے والی ہے دن کی روشنی کو تو اس لئے رات کو بھی کافرة کہتے ہیں حقیقت پہ پردہ ڈال دینا اسی طرح کسان کو بھی کہتے ہیں کسان بیج کو زمین کی مٹی میں چھپا دیتا ہے تو کافر کیا کرتا ہے حق پر، توحید پر پردہ ڈالتا ہے ایک معنی تو ہیں انکار کرنا اور تُو نے انکار کیا تو یہاں پہ ناشکرے کے معنی میں کافرین کا لفظ استعمال ہوا ہے کیا مطلب ہے کہ میں نے تجھے پالا پوسا ہمارے ہاں جو تیری پرورش ہوئی اور تجھ پر ہمارے اتنے احسانات کئی سال رہے تو کئی سال میں کئی احسانات تجھ پر کیے **وَأَنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ** اور تُو اتنا احسان فراموش نکلا کہ ایک طرف تُو نے قتل کر دیا ہماری قوم کے آدمی کا اور دوسری طرف تُو اب پیغمبری کا دعویٰ کر رہا ہے **وَأَنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ** کے معنی کیا ہیں کہ تیری حیثیت تو تھی مجرم کی ہمارے دربار میں تجھے پکڑا جائے اور تجھے سزا دی جائے اور تُو ہمارے سامنے نبوت کا دعویٰ کرنے آ بیٹھا اور اُلٹا بنی اسرائیل کو ساتھ لے جانے کا مطالبہ تو یہ ہے اب آپ اس بات کو سمجھیں **وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ** تیری یہ جرات اب آپ دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا جواب دیتے ہیں

**آیت نمبر 20. قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ**

**ترجمہ۔** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا "اُس وقت وہ کام میں نے نادانستگی میں کر دیا تھا

**قَالَ فَعَلْتُهَا** حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں **فَعَلْتُهَا** میں نے اُس کو کیا **ھا** کی ضمیر یہاں پہ اشارہ ہے کس کی طرف جو ان کا گناہ تھا وہ جو ان کا قتل خطا تھا یہ اُس کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جو میں نے کیا تھا **فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ** سورۃ قصص میں آپ اس کو پڑھیں گی کہ وہ غلطی جو حضرت مُوسی علیہ السلام سے ہو گئی تھی تو وہ غلطی کیا تھی وہ اُس کا اعتراف کرتے ہیں **فَعَلْتُهَا إِذًا** میں نے وہ غلطی اُس وقت کی تھی **إِذًا** اُس وقت۔ مجھ سے وہ غلطی اُس وقت ہوئی تھی ۔میں نے وہ غلطی قتل کی اُس وقت کی تھی **إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ** اور اُس وقت تھا میں نادانستگی میں۔ اُس وقت مجھ سے وہ خطا ہو گئی تھی اصل بات یہ ہے کہ وہ میرا قتل خطا تھا تو یہاں پہ **الضَّالِّينَ** کا لفظ استعمال ہوا ہے اور **الضَّالِّينَ** کے معنی کیا ہیں؟ ایک اِس کے معنی گمراہی کے ہیں دوسرے اِس کے معنی گمراہی کے نہیں ہوتے بلکہ ناواقف ،نادانی، خطا ،نسیان ،بھول نادانستگی تو یہاں پہ گمراہی کی بجائے یہ معنی زیادہ صحیح ہیں کہ وہ جو مجھ سے غلطی ہو گئی تھی وہ جو میں نے قتل کر دیا تھا تو اصل کیا تھا؟ **وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ** وہ تھا میں چوکنے والا ،وہ تھا میں غلطی کرنے والا کہ ایک بنی اسرائیلی میں اور ایک قبطی میں جب لڑائی ہو رہی تھی اور آپ ایسے ہی باہر نکلے تو آپ نے کیا کیا تھا؟ آپ کو جو ظالم نظر آیا آپ نے اس کو مکا مار کر ہٹانا چاہا اور آپ کا گھونسہ مارنا یعنی آپ نے جو گھونسہ مارا تھا اس میں آپ کی نیت قتل کرنے کی نہیں تھی اور آپ دیکھیں عام طور پہ جب کسی کو ایک مکّا مارا جاتا ہے تو اس سے وہ مر نہیں جاتا گھونسہ یعنی زور سے جب مارا جاتا ہے تو اب وہ پیغمبر کیا کرتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک طرف وہ اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہیں دوسری طرف بتاتے ہیں کہ ہاں قتل ہوا تو تھا میرا ارادہ نہیں تھا میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے میری اور آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ میں اور آپ بھی مکمل نہیں ہیں اور کسی نے زندگی میں توحید پرستی اختیار کی اور ایک اچھا مسلمان بننے کی کوشش شروع کی بیس سال کی عمر میں کسی نے تیس کسی نے چالیس کسی نے پچاس جس کو جب اللہ نے شعور دے دیا تو شعوری مسلمان جب بنتا ہے انسان تو پیچھے کی زندگی پر اگر آپ نظر ڈالیں تو بہت سے گناہ ہوتے ہیں جو فہرست کے اندر شامل ہوتے ہیں اور مکہ کے جو مسلمان تھے جب وہ شعوری مسلمان ہوئے تو وہ بھی بہت گناہ گار تھے بڑے بڑے ان سے گناہ ہوئے تھے لیکن ان کو دنیا میں جنت کی بشارت ملی اور وہ اپنے غلطیوں گناہوں کا اقرار کرتے تھے، اعتراف کرتے تھے توبہ اور ندامت اور شرمساری اور آج کے دور میں بھی میں اور آپ توبہ کریں اور **التوبة النصوح** کریں اور اب ایک اچھی زندگی کی ابتدا کریں تو جب زندگی گزارنے لگتے ہیں تو اردگرد کے لوگ ہمیں طعنے دیتے ہیں کبھی شوہر بیوی کو طعنہ دیتا ہے میں نے تمہیں دیکھا نہیں بیوی شوہر کو طعنہ دیتی ہے کہ ہاں جی اب تو درس دینے شروع کر دیئے شوہر صاحب نے اب تو یہ مولوی بن گئے پہلے کے دن ہمیں بھول گئے کبھی دوست یار اور رشتہ دار طعنے دیتے ہیں لو جی اس حور پری کو کسی نے دیکھا نہیں اب یہ پردہ کرنا چاہتی ہے یا پھر دوست یعنی ایک عورت جو ہے وہ آپ کی کلاس میں سے ہی ہے اور سورت النور پڑھنے کے بعد اس کا ارادہ تو ہے کہ میں بھی اب کر لوں پردہ اور زیب وزینت کا خیال کروں لیکن کہہ رہی تھی کہ سوچ رہی ہوں کہ سب کا سامنا کیسے کروں تو کب تک لوگوں کا سامنا کریں اللہ کی ذات بڑی بےنیاز ہے عزیز بھی ہے اور رحیم بھی ہے تو کیا کرنا چاہئے ہمیں اللہ کو دیکھ کر اپنے عملوں کو درست کرنا چاہئے اور اگر کوئی غلطیاں ہوئیں بھی ہیں اور اگر ہمیں کوئی طعنہ دے بھی تو اس پر غصے میں نہیں آنا چاہئے پریشان نہیں ہونا چاہئے اس کا اعتراف کرنا چاہئے پر یہی عظمت ہے کردار کی کہ انسان کہتا ہے کہ ہاں اب تک بڑی بھول رہی بڑی جہالت کی زندگی گزاری اب اللہ نے مجھے شعور دیا ہے تو انشاءاللہ اب میں نے غلطی نہیں کرنی جو ہوا سو

ہوا بحرین میں جب قرآن مجید پڑھایا گیا اور قرآن سکھایا گیا تو وہاں کے ایک اردو سکول کی پرنسپل انہوں نے باقاعدہ پورا عبایا پہنا اور اسکارف لیا اور انہوں نے اپنے اساتذہ کے لئے یونیفارم بنا دیا کہ تمام اساتذہ کو کوٹ پہنانا ہے اس میں ہندو استاد بھی ہیں مسلمان بھی انہوں نے کہا کہ میرے سکول کا یونیفارم ہے اور یونیفارم کے طور پر آج بھی وہاں پہ کوٹ لگا ہوا ہے اور اس زمانے میں میں وہاں تھی اور بات چیت ان سے ہوتی تھی اور وہ کہتی تھی کہ اب لوگ طعنہ دینے لگے کہنے لگے کہ وہ سارے رسالے جو سکول کے چھپے ہیں تو ہم بھول گئے اس کو جب وہ پہلے تیار ہوتی تھی اور اس کی تصویریں ہم بھول گئے کہ اب اس نے کوٹ پہننا شروع کر دیا ہے اور اپنے سر کو ڈھانپنا اور وہ دوسروں کو بھی کہتی ہے تو ہم بھول گئے اس کو تو ہر دور میں لوگ ایسے طعنے دیا کرتے ہیں یہ شیطان کی چال ہوتی ہے کہ نیکی سے محروم کرنا چاہتا ہے نیکی اختیار کرنے نہیں دینا چاہتا تو اب یہاں پہ بھی کیا بات پتہ چلی کہ کردار کی عظمت کیا ہے **قَالَ فَعَلْتُهَا** ہاں میں نے اس کو کیا تھا اس وقت اور **وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ** مجھ سے وہ بھول کر یہ غلطی ہو گئی تھی تو آپ دیکھ لیں اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ پیغمبر جس کو بنایا گیا اس سے قتل ہو چکا تھا تو گویا کہ اگر کسی سے کوئی گناہ ہو جائے اور پھر اس کو گناہ ہونے کے باوجود بھی اللہ اپنے کام کے لئے چن لے تو اللہ ظاہر بھی جانتا ہے اور باطن بھی اندر بھی جانتا ہے اور باہر بھی تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ لوگوں کی غلطیاں اور گناہوں کے اس کو طعنے نہیں دینے چاہئے تو اب اس کا اقرار کرتے ہیں پھر کہتے ہیں

**آیت نمبر 21. فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ**

**ترجمہ۔ پھر میں تمہارے خوف سے بھاگ گیا اس کے بعد میرے رب نے مجھ کو حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں شامل کر لیا**

**فَفَرَرْتُ مِنكُمْ** اور میں بھاگ گیا تھا تمہارے پاس سے فرار ہو گیا تھا **لَمَّا خِفْتُكُمْ** جب مجھے ڈر لگا یعنی جب مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ مجھ سے یہ غلطی ہو گئی ہے اور تم مجھے کہیں میرے جرم میں قتل نہ کر دو تو میں بھاگ گیا **فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا** تو میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا تو یہاں پہ **حُكْمًا** اس کے معنی علم و دانش کے بھی ہیں اور اس کے معنی پروانہ نبوت کے بھی ہیں، نبی بننے کے بھی ہیں۔ اللہ نے مجھے حکم عطا کیا حکمت دانائی دانش اور اس کے ساتھ ہی کیا ہے کہ سند اقتدار ،اختیار کس چیز کا کہ نبی جب بولتا ہے تو وہ اس اختیار کی بنا پر بولتا ہے جو اللہ اس کو دیتا ہے تو اللہ نے مجھے اختیار بھی دیا ہے تو یہ ہے خاص بات **فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا** کہ میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا **وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ** اور مجھے اپنے رسولوں میں شامل کر لیا اب آپ دیکھ لیجئے کہ آپ جب مصر میں رہ رہے تھے تو کہاں رہ رہے تھے شہر میں جب آپ مدین جا کر رہے تو کہاں رہے جا کر گاؤں میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شہر لانے سے پہلے گاؤں کے کھلے ماحول میں ان کی تربیت کی جیسے حضرت محمد ﷺ نے گڈریا بن کر بکریاں چرائیں دیہاتی ماحول میں آپ کچھ عرصہ رہے تو اللہ تعالیٰ کسی کو رسول بنانے سے پہلے کسی کو درجات سے نوازنے سے پہلے کسی کو ترقی دینے سے پہلے مختلف آزمائشوں سے مختلف مراحل سے گزارتے ہیں یہ اللہ کا طریقہ ہے تو اب یہاں پہ بھی وہ گن رہے ہیں **وَهَبَ** تو یہ اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے کہ اس نے مجھے حکم نبوت علم دانائی دانشمندی دی اور مجھے رسولوں میں شامل کر دیا **وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ** میں ہی رسول نہیں ہوں اور بھی بہت سے اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالی نے مجھے اس میں شامل کر لیا

آیت نمبر22. وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ

**ترجمہ۔ رہا تیرا احسان جو تو نے مجھ پر جتایا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا**

**وَتِلْكَ نِعْمَةٌ** اور رہا یہ احسان نعمت کا لفظ ویسے تو اسم جنس ہے ہر طرح کی نعمتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں پہ خاص طور پر اس احسان کا ذکر ہے۔ **وَتِلْكَ نِعْمَةٌ** اور رہا تیرا یہ احسان یہ کون کہہ رہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام **تَمُنُّهَا عَلَيَّ** اور جو تُو نے مجھ پر کیا **تَمُنُّهَا** وہ احسان جو تُو نے مجھ پر کیا **عَلَيَّ** مجھ پر **ها** کی ضمیر **"مَنَّ "** نِعْمَةٌ احسان کے لئے آئی ہے کہ وہ نعمت یا تیرا احسان جو تُو نے مجھ پر کیا کونسا احسان کہ پرورش کی کیونکہ خاص طور پر فرعون نے کہا **قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ 18.** کہ یہ احسان جو تُو نے مجھ پر کیا تو یہ کیا تھا **أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ** اس کی حقیقت یہ ہے کہ تُو نے بنا لیا تھا بنی اسرائیل کو غلام تو اب آپ دیکھئے کہ یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دے رہے ہیں اور جواب بڑے نڈر ہو کر دے رہے ہیں اور کیا دے رہے ہیں کہ اگر تُو بنی اسرائیل کو غلام نہ بناتا (آپ دیکھیں ب کی اوپر شد ہے ت پر شد ہے تو اس کے معنی کیا ہیں ایک ہوتے ہیں نا آپ کہتے ہیں نعبد ہم عبادت کرتے ہیں تو یہاں پر کیا ہے عَبَّدتَّ تُو نے غلام بنا لیا الفاظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے تو اس کے معنی یہاں پر کیا ہیں کہ اصل بات یہ ہے) تُو کہتا ہے مجھے کہ احسان ہے بلکہ یہ ظلم عظیم ہے اور ظلم عظیم کیا تھا کہ تُم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا تو تمہارا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہئے یا پھر یہ کہ تمہارے ظلم کے خلاف مجھے آواز اٹھانی چاہئے اور ظلم کیا تھا کہ بنی اسرائیل کو جب اس نے غلام بنا لیا تھا تو اس نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے جو بچے ہیں لڑکے ان کو ذبح کیا جائے کیونکہ فرعون کے مظالم کی داستان بڑی طویل ہے اس نے اپنی رعایا میں عام اعلان کر رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو بھی لڑکا پیدا ہوگا اس کو ذبح کیا جائے اور اب کہتے ہیں کہ اس وجہ سے کہ میری ماں نے اس خوف سے کہ کہیں میرا بیٹا قتل نہ کر دیا جائے میری والدہ نے مجھے ایک صندوق میں بند کر کے ایک ٹوکری میں ڈال کر مجھے دریا میں چھوڑ دیا نہ تو بچوں کو ذبح کرنے کا حکم دیتا نہ میری ماں ایک ٹوکرے میں یا ایک صندوق میں ڈال کر مجھے دریا میں چھوڑتی اور نہ میں تیرے محل میں صندوق میں بہتا ہوا آتا اور نہ تو میری پرورش کرتا کیونکہ پرورش کے لئے میری ماں میرا گھر موجود تھا اور نہ تو میری پرورش کرتا نہ اس پرورش کا احسان جتاتا تو یہ احسان جتانا تو تجھے ذیب ہی نہیں دیتا تجھے شرم آنی چاہئے بات کیا ہے **وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ** کہ تُو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا تو یہ ہے حقیقت اس احسان کی کہ دشمن کے گھر میں میرے رب نے میری پرورش کروائی تو یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے نہ کہ تیرا کوئی احسان اور پھر یہ اللہ کی خیرخواہی ہے کہ اس نے آج مجھے رسول بنا کر تیرے پاس بھیج دیا